خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 26

Track - 1

90:15

عرس مبارک 1997 ئ(حیدرآباد)

''روح کیا ہے؟''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً ۔ معزز
خواتین و حضرات ، اساتذۂ کرام ، محترم دوستو، عزیزو، بہت دیر سے آپ
روحانیت کے موضوع پر مقالات سن رہے ہیں۔ آپ نے اساتذۂ کرام کے تاثرات بھی
سنے۔ اس مجلس میں (...آواز غائب ہے...) کے سلسلے میں آنے کے لئے یہ میری
(...آواز غائب ہے...) دعوت کی کو قبول کرنے کے لئے ایسی معزز خواتین نے اعلان
کیا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے معاشرے کی کریم ہیں۔ اساتذہ اگر نہ
ہوں تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ انسان اور حیوان میں
امتیازی خط کھینچنے والی ایجنسی جو ہے وہ علم ہے اس کے علاوہ کچھ بھی
نہیں ہے۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے یہ نہ سمجھا جائے کہ حیوانات کو علم نہیں
ہوتا۔ حیوانات کی زندگی میں جتنے علم کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی
علم عطا کیا۔ انسان اور حیوانات، جنات اور فرشتوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ
انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا کیا ہے وہ علم فرشتوں کو بھی حاصل
نہیں ہے۔ان علوم سے جنات بھی واقف نہیں ہیں۔اور وہ علوم حیوانات کی
دسترس میں بھی نہیں ہیں۔ معزز اساتذہ کے اعلان کے بعد مجھے ایک پرچہ یہاں
بھجوایا گیا کوئی سینئر صحافی ہیں کہ وہ بھی سلسلے میں آنے کے لئے اعلان کرنا
چاہتے ہیں۔ تو میں ان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا ۔
لیکن میرا ایک اصول ہے پہلی بات تو یہ ہے مجھے اس بات کا ہر گز شوق نہیں
ہے کہ میں پیر بن کے بیٹھوں اور میرے مریدوں کی تعداد ہزاروں لاکھوں سے
تجاوز کرجائے۔ اس لئے اصول یہ ہے کہ آدمی کہ بہت ساری بھیڑ کو نہ تو علم سکھا
سکتا ہے ، نہ اس سے قریب ہوسکتا ہے تو سلسلہ عالیہ عظیمیہ کا ایک یہ
بنیادی فیصلہ ہے ، پالیسی ہے، کہ جب تک سلسلے کی تعلیمات کو سمجھ نہ لیا
جائے جب تک اس بات کا یقین نہ ہوجائے کہ جس استاد سے ہم کچھ سیکھنا
چاہتے ہیں آیا وہ استاد کو وہ علوم آتے بھی ہیں یا نہیں اس وقت تک استاد
شاگردی کا رشتہ جو ہے وہ کمزور رہتا ہے۔ مثلاً یہ کہ مجھے انگریزی پڑھنی
نہیں آتی، انگریزی بولنی نہیں آتی تو میں بغیر سوچے سمجھے ایسے استاد کا
انتخاب کرلوں کہ جس کو انگریزی نہ آتی ہو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ میں

کچھ سیکھ سکتا ہوں نہ وہ مجھے کچھ سکھا سکتا ہے۔ اب تک روحانیت کے
سلسلے میں جو کچھ سنا گیا جو کچھ پڑھا گیا کتابوں میں وہ یہی ہے کہ
روحانیت ایک ایسا علم ہے کہ کوئی آدمی جو تھوڑا سا بھی ذہین نظر آیا یا ذرا
سا بھی اس نے کوئی ماورائی باتیں کیں زمین آسمان کے قلابے ملادئیے ، یہ بڑا
پہنچا ہوا بزرگ ہے بھائی ! اس کے ہاتھ پر بیعت کرلواور کچھ نہیں تو اتنا تو
سہارا ضرور ملے گا کہ بھئی یہ میرے لئے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ میرے دوسرے
دنیاوی کام جو ہیں وہ پورے ہوجائیں گے۔ دنیاوی کام پورے ہونے بھی ضروری
ہیں۔جب ہم دنیا میں رہتے ہیں تو دنیا کا ہر کام ضروری ہے۔ لیکن روحانیت کے
حوالے سے میں آپ سب حضرات سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ روحانیت
حضور قلندر بابا اولیاء کے ارشاد کے مطابق ایک بہت بڑا بیابان ہے۔ روحانیت
سیکھنے کے لئے انسان کے منہ میں ایسے دانت ہونے چاہئیں کہ جو لوہے کے چنے
چبا سکتے ہوں۔ روحانیت کوئی کھیل نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ آپ دس سال میں
میٹرک کرتے ہیں۔ اور دس سال میں میٹرک کرنے کے بعد کوئی تعلیمی معیار آپ
کا نہیں ہوتا۔ میٹرک کرنے کے بعد آپ کے اوپر علوم سیکھنے کے دروازے کھلتے
ہیں۔ آپ کے اندر اتنی صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ آپ اپنے مستقبل کے لئے کون سا
راستہ اختیار کریں آپ کو انجینئر بننا ہے ، یا آپ کو ڈاکٹر بننا ہے ، آپ کو کیا بننا
ہے ، دس سال میں آپ اس قابل ہوتے ہیں کہ آپ اپنے بارے میں، مستقبل کے
بارے میں ایک آپ فیصلہ کرتے ہیں۔ لیکن اس فیصلے میں بھی آپ کے والدین کی
بھی مرضی شامل ہوتی ہے، اساتذہٗ کرام کی بھی مرضی شامل ہوتیٔ
حالات بھی دیکھنے پڑتے ہیں، شوق بھی زیر بحث آجاتا ہے۔ تو دس سال کے طویل
عرصے میں آدمی اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اپنے لئے کوئی فیصلہ کرے کہ مجھے
زندگی میں کیا کرنا ہے۔ مستقبل میں کون سا شعبہ مجھے اختیار کرنا ہے۔ تو
جب یہ عارضی زندگی کے لئے آپ کو دس سال لگانے پڑتے ہیں اس کام کے لئے کہ
آپ اپنی زندگی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرسکیں۔تو روحانی علوم تو عارضی
نہیں ہیں۔ روحانی علوم تو ازل سے ہے، ابد تک رہیں گے اور ابد الآباد تک۔ قلندر
بابا سے میں نے عرض کیا کہ صاحب یہ جو کتابوں میں لکھا ہے کہ فلاں بزرگ جو
ہیں صاحب مقام تھے۔ فلاں بزرگ جو ہیں منزل رسیدہ تھے۔ بلاشبہ وہ بزرگ
ہیں اللہ والے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بھئی منزل بھی ہوتی ہے، مقام بھی
ہوتا ہے ۔ مقام اولیاء اللہ کا بھی ہے، مقام رسولوں کا بھی ہے لیکن جہاں انبیاء
کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا تذکرہ آتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں تلک الرسل فضلنا بعضکم علیٰ بعض ... یعنی بعض رسولوں کو بعض
رسولوں پر فضیلت حاصل ہے۔ جیسے آپ نے سنا ہوگا کہ حضرت آدم علیہ
السلام کا مقام پہلا آسمان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقام تیسرا
آسمان ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام پانچواں آسمان ہے وغیرہ
وغیرہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام بیت المعمور ہے۔ تو یہ جو مقام کا
تعین ہے یہ دراصل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ان علوم کا تذکرہ ہے جو اللہ

تعالیٰ نے انہیں درجہ بندی کے ساتھ عطا کیا۔ اب سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے بارے میں آپ سب جانتے ہیں سارے مسلمان اس بات سے واقف ہیں
کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام، مقام محمود ہے۔ اور وہ اتنا بڑا
مقام ہے کہ جس کے آگے اللہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کسی شاعر نے بہت اچھا
کہا ہے ، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ... کہ اللہ کے بعد اگر کوئی بزرگ
ہوسکتا ہے تو وہ حضور پاک ﷺ ہیں۔ تو یہ سلسلہ کے حوالے سے میں آپ سے
عرض کررہا تھا کہ سلسلے میں جو بھائی نے میرے ابھی درخواست مجھے بھیجی
تھی کہ میں بھی اعلان کرنا چاہتا ہوں تو اس میں یہ ہے کہ میں ان سے یہ
عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے لٹریچر کو پڑھیں، عظیمی بہن بھائیوں سے
ملیں پھر یہ کہ ان تعلیمات کو جو ہم پیش کررہے ہیں تقریباً پینتیس سال سے
اس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ دیکھیں کہ کیا اس میں ایسی کوئی بات ہے کہ
جس کو پڑھ کر سیکھ کر سمجھ کر گہرائی میں تفکر کرکے کسی نتیجہ پر بندہ
پہنچ سکتا ہے۔ تو اس کے بعد پھر بسم اللہ کریں۔ یہ تمام حضرات سے میری
ایک عمومی درخواست ہے۔ ابھی میں نے علم کے حوالے سے چونکہ آپ نے اب تک
ساری علمی گفتگو سنی ، روح کا بھی ذکر سنا، جسم کا بھی ذکر سنا۔ سیدنا
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں خوبصورت مدحت سنی، نعتیں
سنیں، یہ سارے علم ہیں جو آپ کے گوش گزار ہوا۔ اسی علم کے حوالے سے میں
نے قرآن پاک کی ایک آیت تلاوت کی... یسئلونک عن الروح ... اے پیغمبر ﷺ ! آپ ﷺ
سے لوگ روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ لوگ آپ ﷺ سے یہ پوچھتے ہیں اے محمد
ﷺ! روح کیا ہے۔ یسئلونک عن الروح ... لوگ آپ ﷺ سے روح کے بارے میں سوال
کرتے ہیں کہ روح کیا ہے۔ قل الروح ... آپ ﷺ فرمادیجئے ... آپ ﷺ فرمادیجئے کہ
روح میرے رب کے امر سے ہے۔ قل الروح من امر ربی ... کہ روح میرے رب کے
امر سے ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً اور روح کے بارے میں جو علم دیا گیا ہے
وہ کم ہے قلیل ہے۔ اس آیت مبارکہ میں جب آپ تفکر کریں گے تو یہ بات
سامنے آئے گی کہ روح کا علم تو ہے لیکن روح کا علم جتنا انسان کو دیا گیا وہ کم
ہے۔ اب جب علم کے بارے میں آپ غور کریں گے کہ کم ہے تو علم تو دنیاوی علوم
کے بارے میں بھی آپ اگر غور کریں گے تو کوئی آدمی دنیا میں تمام علوم پر ،
تمام علوم پر فوقیت حاصل نہیں کرسکتا۔ انجینئرنگ میں آپ چلے جائیں وہ ختم
نہ ہونے والا علم ہے۔سائنس میں چلے جائیں وہ ختم نہ ہونے والا علم ہے۔ یہ
آپ پھول پھلواری میں چلے جائیں وہ علم ختم ہونے والا نہیں ہے یعنی جس علم
میں بھی آپ چلے جائیں گے وہ علم ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اس بات کو اللہ
تعالیٰ نے بھی فرمایا کہ سارے سمندر روشنائی بن جائیں۔ سارے سمندر جو دنیا
میں تین حصہ پانی ہے ، تین حصے پانی ہے، ایک حصہ زمین خشک ہے۔ کہ سارے
سمندر روشنائی بن جائیں ، زمین پر موجود تمام درخت قلم بن جائیں ۔ اب آپ
غور فرمائیںایک اگر بڑا درخت آپ کاٹیں اور کاٹ کر اس کے قلم بنائیں یقینا ایک
درخت میں ایک لاکھ کے قریب تو قلم بن جائیں گے۔ بڑے درختے تو یہاں تو اتنے

درخت ہیں کہ ان کی کوئی تعداد ہی نہیں آپ ارب نہیں کہہ سکتے، کھرب نہیں
کہہ سکتے ۔ یعنی درخت اتنے ہیں کہ اعداد و شمار جو انسانی شعور میں آسکتے
ہیں وہ ختم ہوجائیں گے۔ درخت اتنے ہیں۔ ان درختوں کے قلم کتنے بنیں گے؟
اس کا مطلب ہے اتنے قلم بن جائیں گے کہ جن کا کسی بھی طرح اعداد و شمار
میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سارے سمندر روشنائی
بن جائیں اور سارے درخت قلم بن جائیں اللہ کی باتیں اس سے لکھنا شروع کی
جائیں ، سارے سمندر ختم ہوجائیں گے ، قلم سب کے سب ختم ہوجائیں گے لیکن
اللہ کی باتیں پھر بھی باقی رہیں گی۔ وما اوتیئتم من العلم الا قلیلاً روح کا علم
تو دیا گیا لیکن قلیل ہے کم ہے۔ اب یہ بات طے ہوگئی کہ روح کا علم موجود
ہے۔ دوسرا اس میں جو نقطہ نکلتا ہے روحانی اعتبار سے وہ یہ کہ روح اللہ کا
امر ہے۔ اللہ کا امر اللہ کا علم ہے۔ اللہ کا علم لامحدود ہے۔ مثلاً جیسے میں نے
آپ سے عرض کیا کہ سارے سمندر روشنائی بن جائیں ، سارے درخت قلم بن
جائیں اور اللہ کی باتیں پھر بھی باقی رہیں گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قلیل
علم دیا گیا روح کے بارے میں لیکن سوچنا یہ ہے کہ قلیل علم کس علم کا قلیل
ہے۔ قلیل علم لا محدود علم کا قلیل ہے، لامحدود علم کا قلیل بھی لامحدود
ہوگا۔ علم تو ہے لیکن وہ لامحدود ہے۔ یسئلونک عن الروح ... اے پیغمبر ﷺ آپ
سے یہ پوچھتے ہیں کہ آپ ہمیں روح کے بارے میں بتائیں۔ آپ فرمادیجئے کہ روح
میرے رب کے امر سے ہے۔ اور امر رب کا جو علم ہے وہ دیا تو گیا ہے لیکن قلیل
دیا گیا ہے ، تھوڑا علم ہے۔ ظاہر ہے خالق اور مخلوق کا معاملہ ہے۔ خالق اور
مخلوق میں فرق ہے کہ خالق کی خالقیت کو مخلوق کیسے سمجھ سکتی ہے۔
مخلوق کو تو خالق سمجھتا ہے۔ لیکن مخلوق خالق کی مخلوقیت کو خالقیت کو
کیسے سمجھ لے گی مخلوق؟ مثلاً ہمیں تو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ ... حالانکہ
ہماری زندگی کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جب ہم پیدا ہوتے ہیں پید اہونے سے
پہلے ہماری زندگی میں کام آنے والے تمام وسائل پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ پیدا
ہم بعد میں ہوتے ہیں، وسائل پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ ابھی بچہ پیدا نہیں
ہوتا ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے ساتواں مہینہ گزرنے کے بعد جیسے ہی آٹھواں
مہینہ شروع ہوتا ہے ماں کا سینہ دودھ سے بھر جاتا ہے۔ ابھی اس کے بچے کے
آنے میں دو مہینے باقی ہیں۔ ماں کا سینہ اللہ نے دودھ سے بھردیا۔ اور جیسے
ہی بچہ پیدا ہوتا ہے ، اس زمین پر آتا ہے تو اس کو فضاء بھی ملتی ہے ، اس کو
آکسیجن بھی ملتی ہے، اس کے لئے پہلے سے ہوا بھی موجود ہے ، اس کے لئے
سورج بھی موجود ہے، چاند بھی موجود ہے، زمین بھی موجود ہے، آسمان بھی
موجود ہے اور بے شمار وہ تمام گیسز موجود ہیں جن گیسز کے اوپر زندگی کا
دارو مدار ہے۔ دس سال، بارہ سال، پندرہ سال ، اٹھارہ سال تک وہ پید اہونے
والا بچہ بغیر محنت کے، بغیر مزدوری کے ، بغیر نوکری کے، بغیر کاروبار کے، کھاتا
بھی ہے پیتا بھی ہے اور جوان ہوجاتا ہے۔ جوان ہونے کے بعد اس کے اندر ایک
شعور ڈیولپ ہوتا ہے کہ میری اپنی ایک حیثیت ہے۔ میں ایک یونٹ ہوں۔ جیسے

ہی اس کے ذہن میں یہ بات آجاتی ہے کہ میں ایک یونٹ ہوں میری اپنی ایک حیثیت ہے تو اب وہ یہ کہتا ہے کہ میں کماؤں گا نہیں تو کھاؤں گا کہاں سے ؟ اگر محنت مزدوری نہیں کروں گا تو روٹی کہاں سے ملے گی؟ اچھا یہ بات وہ بچہ نہیں کہتا، اماں بھی کہتی ہے، ابا بھی کہتے ہیں، بھائی بھی کہہ رہا ہے ، ماحول بھی کہہ رہا ہے کہ میاں کچھ کرواگر کچھ کروگے نہیں تو کھاؤگے کہاں سے؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نو مہینے بچے نے کہاں سے کھایا ماں کے پیٹ میں ؟ سوا دو سال تک بچے نے جو دودھ پیا اس میں اس نے کتنی محنت مزدوری کی، کتنی عقل لڑائی، کتنی سمجھ بوجھ سے کام لیا؟ اٹھارہ سال تک والدین نے یا بیس سال تک بچے کی کفالت کی، تعلیم و تربیت دی ، پڑھایا، لکھایا، اب وہ یہ کہتا ہے میں محنت مزدوری نہیں کروں گا تو روٹی کہاں سے کھاؤں گا ؟ حالانکہ تجربہ یہ ہے کہ اٹھارہ بیس سال تک اس نے کوئی کام نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے کھانے کو بھی دیا، پہننے کو بھی دیا ، تعلیم و تربیت کے لئے بھی وسائل فراہم کئے ماں کی مامتا اس کے ساتھ رہی، باپ کی شفقت اس کے ساتھ رہی۔ تو اب دیکھئے علم کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں علم کا بڑا چرچا ہے صاحب ہم پڑھ گئے ، لکھ گئے عقل مند ہوگئے۔ بچہ بالغ ہوگیا، باشعور ہوگیا ، سمجھ دار ہوگیا ... اور بڑا ذہین ہے ۔ میرا مقصد ہر گز یہ نہیں ہے کہ آدمی ہاتھ پیر توڑ کے بیٹھ جائے محنت مزدوری نہ کرے ، کاروبار نہ کرے، محنت نہ کرے ۔ محنت مزدوری نہیں کرے گا تو وہ اس کا جسم جو ہے وہ خراب ہوجائے گا۔ جس طرح ایک پڑی پڑی مشینری بیکار اور زنگ آلود ہوجاتی ہے اسی طرح اگر آدمی بھی کچھ نہ کرے وہ بھی بیکار ہوجاتا ہے۔ اس کی ہڈیاں بیکار ہوجائیں گی۔ ان کے اندر لچک ختم ہوجائے گی۔ چلنے پھرنے سے آدمی معذور ہوجاتا ہے۔ ذہنی طور پر پراگندہ ہوجاتا ہے۔ دل اس کا خراب ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر وہ محنت کرتا ہے، مزدوری کرتا ہے تو وہ خوش رہتا ہے۔ تو محنت مزدوری کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ محنت مزدوری سے آپ روٹی کھاتے ہیں۔ محنت مزدوری کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک سسٹم ، ایک نظام ہے اللہ تعالیٰ کائنات کو ہمہ وقت متحرک دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہاں کوئی چیز آپ کو بے حرکت نظر نہیں آئے گی ۔ یہ زمین چل رہی ہے آپ کی چاند سفر کررہا ہے سورج کے گرد۔ سورج طلوع ہورہا ہے، غروب ہورہا ہے۔ زمین پر کہیں سایہ ہے کہیں دھوپ ہے۔کہیں ٹھنڈ ہے کہیں گرمی ہے۔ یہ ٹھنڈ ہونا، گرمی ہونا دھوپ ہونا، سایہ ہونا یہ جب اس کے اوپر آپ غور کریں گے تو اس میں حرکت کے علاوہ آپ کو کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ زمین گردش کررہی ہے، محوری گردش کررہی ہے طولانی گردش کررہی ہے ۔ کبھی سورج سامنے آجاتا ہے، کبھی سورج پیچھے ہوجاتا ہے۔ اسی صورت سے درخت حرکت کررہا ہے۔ آپ زمین میں بیج ڈالتے ہیں اگر زمین کے اندر نمو نہ ہو، گروتھ کرنے کی اس کو، گرو کرنے کی اس کو زمین کے اندر طاقت نہ ہو تو بیج نہیں نکلے گا۔ اور جب بیج نہیں نکلے گا تو درخت نہیں بنے گا اور جب درخت بنے گا تو اس کی بھی حرکت ہے ، برابر وہ بڑھ

رہا ہے اوپر جارہا ہے ۔ کیا بیج سے جو چھوٹا سا منا سا ایک پودا نکلتا ہے درخت بننے تک جو عمل ہے اس کو آپ حرکت کے علاوہ کوئی نام دے سکتے ہیں؟ زمین بھی حرکت کررہی ہے درخت بھی حرکت کررہا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے آپ غور فرمائیں کہ ایک بیج ہے اگر وہ نیم کا بیج ہے تو اس کے اندر نیم کا اتنا بڑا درخت چھپا ہوا ہے۔ مائیکروفلم آج کل تو وہ آگئی ہے اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں۔ بڑ کا درخت... بڑ کے درخت کے بارے میں آپ حضرات کو معلوم ہوگا اگر نہیں معلوم ہے تو خشخاش کا درخت دیکھا ہے ، خشخاش۔ بڑ کا جو بیج ہے وہ خشخاش سے آدھا ہوتا ہے۔ اس خشاش سے آدھے بیج میں اتنا بڑا درخت ہے کہ اس کے نیچے باراتیں ٹھہرتی ہیں۔اور آپ نے یہ بھی بڑی عجیب بات ہے آپ نے شاید نہ معلوم ہوں آپ کو گولر ہوتا ہے گولر۔ گولر ایک چڑیا کھاتی ہے۔ چڑیا گولر کھاکے جب بیٹ کرتی ہے اس بیٹ میں وہ بیج کہیں رہ جاتا ہے اس سے درخت اگتا ہے۔ وہ دیوا رمیں بھی اگ سکتا ہے، وہ زمین میں بھی اگ سکتا ہے۔ وہ جہاں بھی اس کو ماحول سازگار ملے گا اگ جائے گا۔ لیکن آپ غور فرمائیں کہ ایک خشخاش سے چھوٹے سے بیج میں پورا درخت موجود ہے۔ ہزاروں سال کی اس کی عمر ہوتی ہے۔ باراتیں اس کے نیچے ٹھہرتی ہیں۔ اور ایک بات آپ کو اور بتادوں کہ بڑے درخت کے نیچے چھوٹا درخت نہیں اگتا۔ بڑ کے نیچے کبھی درخت نہیں اگتا۔ یعنی وہ اتنا بڑا درخت ہے کہ چھوٹا موٹا درخت جو ہے اس کے نیچے اگ بھی نہیں سکتا۔ اب یہ بھی ایک علم ہے کہ خشخاش سے چھوٹے سے بیج میں اللہ تعالیٰ نے بڑ کا درخت چھپایا ہوا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کے علوم کا معاملہ آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وما اوتیئتم من العلم الا قلیلاً ... علم تو ہم نے عطا کیا ہے لیکن مخلوق کو جو علم منتقل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے علوم کے مقابلے میں بہت قلیل ہے۔ وما اوتیئتم من العلم الا قلیل ... اب یہ بات آپ نے سنی ہوگی صاحب روح کو تو کسی نے دیکھا نہیں ہے۔ روح کو تو کوئی جانتا نہیں ہے۔ روح کا تو کسی کو علم ہی حاصل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ روح کا تو علم حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو کہیں نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا وما اوتیئتم من العلم الا قلیل ... علم تو ہم نے دیا ہے لیکن خالقیت کے علم کے مقابلے میں وہ کم ہے۔ روح کیا ہے۔ امر رب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے امر میں سے ہے۔ امر کا ترجمہ سبھی جانتے ہیں ۔ امر کا ترجمہ حکم دینا، آرڈر پاس کرنا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بنانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو وجود میں آنے کے لئے اس کائنات کو وجود میں آنے کے لئے حکم دیا ۔ یہ بات ذہن میں رکھئے گا کہ روح امر رب ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات کو وجود میں لانے کے لئے امر کیا آرڈر کیا۔ حکم دیا ''کن '' ۔ سوال یہ ہے کہ کن کس سے کہا گیا؟ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے ذہن میں ہے ، کچھ اللہ تعالیٰ کرنا چاہتے ہیں اسی کو تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے ''ہوجا''کہ کیا ہوجا۔ کیا ہوجا؟ اللہ تعالیٰ کے ذہن میں کائنات کا پروگرام موجود ہے۔ اس کائناتی پروگرام کو اپنے ذہن سے باہر نکال کر اس کو وجود بخشنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کن'' ہوجا! فیکون ... جیسے ہی

اللہ تعالیٰ نے آرڈر کیا ، امر کیا ... کائنات بن گئی تخلیق جو ہے عمل میں آگئی۔
یسئلونک عن الروح اے پیغمبر ﷺ ! اے میرے محبوب دوست! یہ لوگ آپ سے اس
روح کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ ان سے کہیں روح میرے رب کے امر سے ہے۔
امر کیا ہے؟ انما امرہ اذا اراد شیاء ان یقول لہ کن فیکون ... اللہ کا امر یہ ہے
کہ جب اللہ کسی چیز کو بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے وسائل اکھٹے نہیں
کرتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس طرح نہیں ہے کہ آپ کو کرسی بنانی ہے ، کرسی کے
لئے درخت چاہئیے ، درخت کو کاٹنے کے لئے ، درخت کو جوڑ نے کے لئے کیلیں
چاہئیں ، بننے کے لئے بید چاہئے تب وہ کرسی بنے گی، نہیں ایسے نہیں ہے۔ اللہ
تعالیٰ جب تخلیق کرنا چاہتے ہیں تو وسائل ازخود ساتھ ساتھ تخلیق ہوتے ہیں۔
انما امرہ ازا ارادا شیاء ان یقول لہ کن فیکون ... اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ
کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے تو کہتا ہے ہوجا!فیکون ۔ سورہ یاسین
شریف کی آخری آیت سے پہلی آیت ہے ... انما امرہ ازا ارادا شیاء ان یقول لہ
کن فیکون ...اللہ کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ
تو بس کہتا ہے ہوجا! وسائل اکھٹے نہیں کرنے پڑتے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ذہن میں
مخلوق کی جو بھی نوعیت ہے مثلاً مخلوق درخت بھی ہے مخلوق مچھلی بھی
ہے ، مخلوق انسان بھی ہے ، مخلوق گائے، بھینس ، بھیڑ ، بکری بھی ہے ۔ مخلوق
پہاڑ بھی ہے ۔ مخلوق زمین بھی ہے ۔ مخلوق فرشتے بھی ہیں، جنات بھی
ہیں ۔ تو جو بھی اللہ تعالیٰ کے ذہن میں مخلوق کا نقشہ ہے اپنا بنایا ہوا اللہ
تعالیٰ کا اس کو اللہ تعالیٰ کہتا ہے ہوجا! بس جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہوجا! وہ مخلوق جو ہے وجود میں آجاتی ہے۔ یہ ایک کائنات کا ایک سسٹم ہے ،
ایک قانون ہے۔ کائنات میں جو ایک ممتاز مخلوق ہے وہ انسان ہے۔ سب کو پتہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا فرشتوں کو اکھٹا کیا ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ... انی جاعل
فی الارض خلیفة ... فرشتوں کو اکھٹا کیا، جنات کو اکھٹا کیا اور اللہ تعالیٰ نے
فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنا رہا ہوں۔ ایک ایسی مخلوق تخلیق کررہا ہوں
جو میرے اختیارات کو استعمال کرے گی۔ انی جاعل فی الارض خلیفة ... کہ زمین
پر اپنا نائب اور خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا کہ یہ جو آپ اپنا نائب اور
خلیفہ بنارہے ہیں اگر آپ اس لئے نائب اور خلیفہ بنارہے ہیں کہ یہ آپ کی
عبادت کرے گا یا آپ کی تسبیح و تقدیس میں وقت گزارے گا تو یہ تو ہم پہلے سے
کررہے ہیں۔ ہماری ڈیوٹی ہے ہم بس آپ نے کہا سجدے میں تو سجدے میں ،
رکوع میں ہیں تو رکوع میں ، قومے میں ہیں تو قومے میں ہم آپ کی تسبیح
تقدیس بیان کررہے ہیں۔ نحن نسبح بحمدک و نک نصلک ... کہ ہم آپ کی تسبیح
بیان کررہے ہیں ۔ اور اگر آپ اس لئے اس کو بنارہے ہیں تسبیح اور تقدیس کے
لئے تو یہ جو آپ نے پتلا بنایا ہے ، یہ جو بنانے والے ہیں آپ ہمیں تویہ نظر آرہا ہے
یہ تو خون خرابہ اور فساد برپا کردے گا، زمین کے اوپر۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ
آدم کی تخلیق سے پہلے زمین پر فساد موجود تھا۔ اگر آدم کی تخلیق سے پہلے
زمین پر فساد نہ ہوتا تو فرشتوں کو کیسے علم ہوا کہ یہ فساد کرے گا برپا کرے

گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم جو جانتے ہیں ، تم نہیں جانتے۔ ظاہر ہے اللہ
تعالیٰ جو جانتے ہیں وہ تو کوئی بھی نہیں جانتا۔ لیکن اتمامِ حجت کے لئے اللہ
تعالیٰ نے آدم علیہ السلام جن کو خلافت اور نیابت اللہ تعالیٰ عطا فرمارہے ہیں
فرشتوں کے سامنے کردیا۔ کہ بھئی یہ میرا خلیفہ ہے یہ میری نیابت اور خلافت
اور اختیارات کے فرائض انجام دیگا زمین میں۔ فی الارض ... زمین میں۔ تو جب
انہوں نے کہا صاحب یہ تو ہم دیکھ رہے ہیں ان کے اندر تو فساد برپا ہوجائے گا
اور زمین میں فساد برپا کردے گا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ ہم
نے جو تمہیں اپنی صفات کا علم عطا کیا ہے ، تخلیقی امور کے بارے میں جو
فارمولے تمہیں سکھادئیے ہیں تم آدم کے سامنے ، ان کے فرشتوں کے سامنے بیان
کردو۔ فرشتوں نے جب دیکھا بات یہ بن گئی ہے تو آدم علیہ السلام نے جو کچھ
اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھایا فرشتوں کے سامنے انہوں نے بیان کردیا۔ اور فرشتوں
نے اس بات کا اقرار کیا کہ صاحب ہمیں تو آپ نے جتنا علم سکھا دیا ہم تو اتنا
ہی جانتے ہیں۔ اور آدم کی حاکمیت کو انہوں نے قبول کرلیافرشتوں نے ۔
شیطانوں میں سے ایک گروہ نے آدم کی فضیلت کو قبول نہیں کیا۔ چونکہ وہ
بندے آدم اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہے تو جنات کے جس گروہ نے آدم کی
خلافت اور نیابت کو قبول نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معتوب کردیا۔ یعنی
ابلیس جسے آپ کہتے ہیں۔ ابیٰ و استکبر و کان من الکافرین ... ابلیس نے تکبر
کیا اب یہ کافروں میں سے ہوگیا۔ انکار کرنے والوں میں سے ہوگیا۔ تو علم کا
جہاں تک تعلق ہے علم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کن کہا تو ساری کائنات بن
گئی۔ اب کائنات میں حرکت نہیں ہے ۔ کائنات کو نظر نہیں ملی۔ کائنات کو
ابھی سماعت منتقل نہیں ہوئی۔ کائنات سے مراد کائنات کا حاصل انسان۔ اللہ
تعالیٰ نے نظر کو متحرک کرنے کے لئے دیکھئے یہ قانون ہے کہ جب تک نظر کا
کوئی ٹارگٹ نہ ہوتا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ یہ قانون ہے۔۔ اگر نظر کے سامنے
ٹارگٹ نہیں ہوگا تو خلاء ہوگا۔ کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اور خلاء میں جو کچھ
ہوگا وہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ اب دیکھئے آپ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں
چونکہ نظر کا کوئی ٹارگٹ نہیں اس لئے خلاء میں جتنی گیسز ہیں وہ نظر نہیں
آتے۔۔ جتنی جراثیمیں ہیں وہ نظر نہیں آتی۔دھند گرد و غبار جو ہے وہ دھند گرد
و غبار آپ کو نظر تو آتے ہیں لیکن وہ ذرات نظر نہیں آئیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے
اس قانون کو پورا کرنے کے لئے کہا الست بربکم ... کیا میں تمہارا رب نہیں
ہوں؟ دیکھئے بہت سوچنے کی بات ہے ذرا غور فرمائیں ایک اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس بات کا اختیار دیا
کہ وہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرے یا انکار کرے۔ آدم نے آواز سنی یا روحوں نے
آواز سنی اس میں ہم سب بھی ہیں آپ سب کی روحیں تو پہلے ہی بن گئی
تھی ناں۔ ہم سب نے ہماری روحوں نے آواز سنی ۔ قاعدہ قانون یہ ہے کہ کوئی
آدمی آواز دیتا ہے ایک آدمی پلٹ کر دیکھتا ہے۔۔ ابھی کسی نے کہا او بھائی
محمود صاحب !آپ فوراً دیکھیں گے۔جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہارا رب

نہیں ہوں؟ تو ہماری روحوں نے ہمارے اسلاف کی روحوں نے ، ہماری آئندہ آنے
والی نسل کی روحوں نے اس آواز کی طرف جب دھیان دیا تو وہاں یہ دیکھا اللہ
تعالیٰ موجود ہیں۔ جب روحوں نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں تو روحوں
نے کہا ، قالوا بلیٰ ! کہ ہم اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں۔
اس میں ایک نقطہ ہے بڑا لطیف نقطہ ہے۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ یعنی
انسان کو اس بات کا اختیار دیا کہ چاہے تو تم مجھے رب مانو چاہے مجھے رب نہ
مانو۔ جب انسان نے اللہ کو دیکھ کر ، اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا تو اس کا
مطلب یہ ہو اکہ پہلے ہی دن انسان کو بااختیار کردیا اس کو یہ بتادیا گیا کہ
اقرار اور انکار دونوں تمہارے اندر موجود ہیں۔ چاہے تو ربوبیت کا اقرار کرو،
چاہے تو ربوبیت کا انکار کرو۔ یعنی انسان کو اختیار حاصل ہوگیا۔ لوگ کہتے ہیں
نہ انسان بااختیار ہے اس طرح بااختیار ہے۔ اب جب اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا پہلے
تو اللہ تعالیٰ کی آواز سن لی پھر اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا۔ یعنی آواز سنی تو
سماعت پیدا ہوگئی۔ جب دیکھا تو آنکھیں بن گئیں، بصارت پیدا ہوگئی۔ اب اقرار
یا انکار دونوں چیزیں تھیں اب آپ نے اقرار کیا، انکار کو رد کردیا اس کا مطلب
ہے آپ کے اند ر سمجھ پیدا ہوگئی، عقل پیدا ہوگئی۔ جب آپ نے دیکھ کر اقرار
کرلیا اس کا مطلب ہے قوت نطق پیدا ہوگئی۔ آپ بولنے بھی لگے۔ اللہ تعالیٰ
اس بات کو قرآن پاک میں فرماتے ہیں تم ہماری سماعت سے سنتے ہو، ہماری
بصارت سے دیکھتے ہو، ہمارے نطق سے بولتے ہو، ہمارے لمس سے چھوتے ہو۔
تمہارے پاس تمہاری کوئی چیز نہیں ہے۔ اب قالوا بلیٰ ! جی ہاں ہم اس بات کا
اقرار کرتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ جب اقرار کرلیا تو ظاہر ہے ہم نے قبول
کرلیا کہ ہم مخلوق ہیں آپ خالق ہیں۔ مختصر میں کرتا ہوں دیر بہت ہوگئی
ہے۔ تو اب اس کا مطلب یہ ہو اکہ ہماری روح اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ ہماری
روح اللہ کی آواز سن چکی ہے۔ ہماری روح نے رد کرنے یا قبول کرنے کا فیصلہ
ازل میں کرلیا ہے۔ اب روح جس طرح بھی آئی بڑا لمبا پروسس ہے۔ اس دنیا
میں آگئی۔ اس دنیا میں آنے کے بعد اس نے اپنے اوپر ایک چولا پہن لیا۔ چولے سے
مراد لباس۔ یعنی روح نے اپنے اوپر جسم کا ایک لباس پہن لیا۔ لیکن یہ لباس
ذاتی حرکت نہیں رکھتا۔ اس لباس کی ساری کی ساری حرکت روح کے تابع ہے۔
آپ دیکھئے۔ اب انسان کی زندگی میں دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک صورت کو ہم
کہتے ہیں انسان زندہ ہے۔ دوسری صورت کو ہم کہتے ہیں انسان مردہ ہے۔ دو
ہی صورتیں ہیں نا تیسری تو کوئی نہیں ہے۔ آپ یہ بتائیں کسی مردہ جسم نے
کبھی کوئی حرکت کی ہے؟ اس نے کھانا کھایا ہو؟ پانی پیا ہو؟ چوٹ محسوس
کی ہو؟ اس کے پیٹ میں درد ہوا ہو۔ کسی مردہ عورت نے بچہ جنم دیا ہو۔
کسی مردہ باپ نے شادی کی ہو۔ تو اب دوصورتیں ہمارے سامنے ایسی ایک
زندگی کی تصویر ہے ایک مردہ تصویر ہے۔ تو لازماً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب
تک جسم انسانی میں روح موجود ہے جسم انسانی میں حرکت موجود ہے۔ اور
جب جسم انسانی سے روح اپنا رشتہ توڑ لیتی ہے تو جسم انسانی ایک لاش بن

جاتا ہے۔ لاش کی اپنی کوئی حرکت نہیں ہے۔ اگر میں اس وقت مرجاؤں میں
تقریر کرسکتا ہوں؟ میں مرجاؤں، پانی پی سکتا ہوں؟ کھانا کھاسکتا ہوں؟ تو
اصل جو انسانی اصل تصویر ہے انسان کی جو اصل ہے وہ اس کی روح ہے۔
روح جب تک جسم کے اندر ہے حرکت موجود ہے۔ اور روح جب جسم کے اندر سے
نکل جاتی ہے حرکت ساکت ہوجاتی ہے۔ یہ بات آپ کی سمجھ میں آگئی ہے؟
نہیں سمجھ میں آئے تو میں اور زیادہ تشریح کروں؟ آرہی ہے؟ تو اس کا مطلب
ہے آپ اصل کیا ہیں؟ روح ہیں نہ جی؟ بھئی سب بولیں نہ کیا ہیں ... جسم
ہیں روح ہیں؟ آپ کی روح تو اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ اللہ کی آواز بھی سن
چکی ہے۔ اللہ کی ربوبیت کا اقرار بھی کرچکی ہے۔ تو آپ کیوں نہیں دیکھ
رہے؟ آپ کیوں نہیں اللہ کی آواز سن رہے؟ سوال ہے۔ بتائیں بھئی کیوں نہیں ،
کیوں اللہ کو نہیں دیکھ رہے؟ جب آپ کی اصل روح ہے اور آپ روح کے علاوہ
کچھ نہیں ہیں جسم جو ہے آپ کا ایک میڈیم ہے ، ایک چولا ہے ، ایک لباس ہے
تو جب آپ اللہ کو دیکھ چکے ہیں، اللہ کو سن چکے ہیں، اللہ کی ربوبیت کا
اقرار کرچکے ہیں اب آپ کیوں نہیں دیکھ رہے اللہ کو؟ بتائیں بھئی سوچ کے
بتائیے اللہ کو ہم اس لئے نہیں دیکھ رہے کہ ہم اپنی روح کو بھی نہیں دیکھ
رہے۔ روح انسان کے اندر اس کی اصل ہے۔ جسم روح کا لباس ہے۔ اب دیکھیں
یہ میرا جسم گوشت پوست کا جسم ہے۔ اس کے اوپر یہ میں نے کرتے پہنا ہے۔
قمیص پہنی ہے۔ میں اس طرح کہتا ہوں کہ بھئی آستین ہل! آستین نہیں ہلے
گی۔ لیکن میںہاتھ ہلاتا ہوں تو آستین ہلے گی۔ کیوں؟ کیوں؟ یہ آستین تابع ہے
اس جسم کے۔ جسم آستین کے تابع نہیں ہے۔ تو اسی طرح یہ گوشت پوست کا
جسم تابع ہے روح کے۔ جب تک اس کے اندر روح ہے ہاتھ ہلتا رہے گا۔ بالکل اس
طرح جس طرح قمیص کی آستین ہلتی ہے۔ روح اگر نہیں ہے آستین نہیں ہل
رہی ہے۔ تو اصل انسان تو روح کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں ہے۔ آپ کھانا کب
کھاتے ہیں؟ جب آپ کو بھوک لگتی ہے۔ بھوک کیا چیز ہے؟ خیال ہے۔ خیال کہاں
سے آتاہے؟ روح سے آتا ہے۔ اگر روح سے خیال نہیں آتا تو آدمی مرنے کے بعد بھی
کھانا کھاتے آپ شادی کرتے ہیں کہاں سے تقاضہ پیدا ہوتا ہے؟ روح سے۔ اگر
روح آپ کے اندر نہیں ہے آپ ڈیڈ باڈی ہیں۔ نہ شادی کا خیال آئے گا نہ آپ شادی
کریں گے۔ بچے، شادی کے بعد ایک آدمی کے اندر ایک ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ وہ
عورت ہو یا مرد ایک قانون ہے اللہ تعالیٰ کا۔ بچے ہوں، بچے ہوں، بچے ہوں۔
جتنے شادی شدہ لوگ ہیں ان کو اس بات کا تجربہ ہے ، مرکزیت قائم ہوجاتی
ہے اولاد ہو، اولاد ہو، اولاد ہو، اولاد ہو، اولاد ہو۔ ایک ہی خیال بار بار بار بار
عورت کے اوپر بھی مسلط ہوتا ہے ، مرد کے اوپر بھی مسلط ہوتا ہے۔ وہ خیال
کہاں سے آرہا ہے؟ تو اگر روح نہ ہوجسم میں تو بچے پیدا نہیں ہوں گے۔ ماں،
ابھی مجھے ایک وہ ہمارے ہاں ایک بچی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے خوشی دکھائی ہے
تو اس کو کسی نے یہ بتادیا کہ بھئی یہ جب کروٹ سے لیٹتے ہیں تو بچے گھومتا
پھرتا رہتا ہے وہ دب جائے گا۔ تو وہ کہتی ہے ابا میں تو بڑی پریشان ہوں میں

تو سیدھی لیٹی رہتی ہوں۔ بھئی کیا کروں مجھے خیال آتا ہے۔ اس کا سر نہ دب
جائے اس کا پیر نہ دب جائے میں کہ یہ عجیب بات ہے۔ عجیب بات سنائی اس نے۔
اب دیکھیں یہ محبت یہ مامتا کہاں سے پیدا ہورہا ہے۔ ابھی بچہ صاحب ابھی آئے
نہیں دنیا میں ماں کو اتنا خیال ہے کہ اس کا سر نہ دب جائے، اس کا ہاتھ نہ دب
جائے ، اس کا پیر نہ دب جائے۔ مجھے سن کے بڑی خوشی ہوئی اس بات سے میں
تو بتا تو کچھ سکا نہیں اسے اور ہنس کے خاموش ہوگیا لیکن آپ دیکھئے یہ مامتا
کا جذبہ کہاں سے ماں میں منتقل ہوا۔ روح سے۔ کیا کسی مردے جسم میں یہ
تقاضہ پیدا ہوسکتا ہے؟ تو آپ یہ بتائیں بچپن سے لے کے ساٹھ سال یا اسّی سال
کی زندگی میں کوئی ایک کام آپ نے لاکھوں کام کئے ہوں گے کوئی ایک کام ایسا
بتائیں جو روح کے تقاضے کے بغیر آپ نے کیا ہو؟ نہیں سوچ کے بتائیں۔ سوچ کے
بتائیں۔ کوئی کام آپ نہیں کرسکتے۔ تو یہ جو آپ کا یہ جو مادی وجود ہے ،
گوشت پوست کا جو جسم ہے آپ کا یہ محض ایک میڈیم ہے۔ روح ہوگی تو
جسم حرکت کرے گا روح نہیں ہوگی تو جسم حرکت نہیں کرے گا۔ توآپ کی
اصل روح ہوئی۔ تو اگر آپ اپنی اصل سے واقف نہیں ہیں تو آپ کتے بلی سے
ممتاز ہوسکتے ہیں؟ کتے بلی کو نہیں پتہ ، کتے بلی کو تو کچھ پتہ ہی نہیں
بیچارے کو۔ کتے بلی کو تو یہ علم دیا ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے یہ تو آدم کو دیا ہے
اور فرشتوں اور جنات کے سامنے پیش کردیا کہ ہم نے جو تمہیں علم الآدم
الاسماء کلھا ثم عرضہم علیٰ ملٰئکۃ فقال انبئونی باسماء ھٰؤلاء ان کنتم صادقین۔
اگر تم سچے ہو تو بتاؤ۔ آدم نے جو علم تمہارے سامنے بیان کیا ہے تم بتاؤ۔
فرشتوں نے کہا ہم تو عاجز ہیں ہمیں تو پتہ ہی نہیں کچھ اور سجدے میں گر
گئے۔ سجدے میں سے گرنے کا مطلب یہ نہیں ہے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے کوئی
شرک کیا ہے آدم کو سجدہ کراکے۔ سجدۓ کا مطلب یہ ہے کہ آدم کی بحیثیت
خلافت کے حاکمیت کو قبول کرو۔ جھکنے کا مطلب ہے حاکمیت قبول کرنا۔
جھکنے کا مطلب سجدے میں جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ نعوذ باللہ اللہ
تعالیٰ کہتے ہیں میں نے آدم کو اپنا نائب بنا تم اس کو خدا مان کر سجدہ کرو۔
شرک تو اللہ تعالیٰ پسند ہی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں دو گناہ تو
نہیں معاف کرتا۔ ایک شرک معاف نہیں کروں گا ایک حقوق العباد معاف نہیں
کروں گا۔ حقوق العباد معاف نہیں کرونگا، شرف معاف نہیں کروں گا۔ تو اللہ
تعالیٰ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سجدہ کرو آدم کو یعنی آدم کو نعوذ باللہ خدا
مان لو۔ سجدے سے مراد یہ ہے کہ بحیثیت نائب اور خلیفہ کے آدم کی حاکمیت کو
قبول کرو۔ اب جو آدم کہے گا فرشتوں تمہیں کرنا پڑے گا۔ اب جو آدم کہے گا
جنات پر اس کی تعمیل لازم ہے۔ اب جو آدم کہے گا چاند،سورج، ستارے مجبور
ہیں کہ آدم کی حاکمیت کو تسلیم کریں۔ حضور پاک ﷺ کا معجزہ آپ کے سامنے
ہے ایک یوں اشارہ کیا وہ جناب دو ٹکڑے ہوگئے۔ کیا یہ حاکمیت نہیں ہے؟
حضرت علی کی نماز قضا ہوگئی ، سورج ڈوبا، سورج واپس آگیا۔ کیا یہ حاکمیت
نہیں ہے؟ حضور ﷺ تشریف لے جارہے ہیں درخت کھڑے کھڑے جھک گئے۔ کیا یہ

حاکمیت نہیں ہے؟ کنکریاں حضور ﷺ نے پکڑیں پتھر بول رہے ہیں لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کیا یہ حاکمیت نہیں ہے؟
رسول اللہ ﷺ چونکہ اللہ کے وہ برگزیدہ اور محبوب بندے ہیں کہ جن کے اوپر
نبوت بھی ختم ہوگئی ، انعام و اکرام بھی اللہ تعالیٰ نے تکمیل کردی ... الیوم
اکملت لکم دینکم ...... و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اے پیغمبر ﷺ ! آج کے دن ہم نے
ہمارے پاس جتنی نعمتیں تھیں سب تمہارے اوپر نچھاور کردیں۔ نہ صرف یہ کہ
ہم نے تمہارے اوپر ساری نعمتیں نچھاور کردیں ہم تم سے راضی ہوگئے۔ رضیت
لکم الاسلام ... کہ تم جس راستے پر جس طرز فکر پر اس وقت موجود ہو یہ
ہماری رضامندی ہم تم سے راضی ہیں۔ اللہ تم سے راضی ہوگیا۔ تو اللہ تعالیٰ
کی جتنی بھی مخلوق ہیں ، بحیثیت مخلوق کے مخلوق ہیں لیکن اس مخلوق میں
سے سب سے زیادہ چہیتی مخلوق ، سب سے زیادہ اللہ کی برگزیدہ مخلوق ،
اللہ تعالیٰ کی نیابت کے فرائض پورے کرنے والی مخلوق کون ہے؟ نوع انسانی
ہے۔ نوع انسانی میں ہم وہ خوش نصیب امت ہیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے
ہمارے برحق نبی ﷺ پر اپنی نعمتیں پوری کردیں۔ ہم اس پیغمبر کی امت ہیں کہ
جہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پوری ہوچکی ہیں۔ لیکن چونکہ ہم اپنی اصل سے ،
اپنی ذات سے یعنی اپنی روح سے واقف نہیں ہیں اس لئے کفران نعمت ہورہا ہے
، کفران نعمت کی وجہ سے مسلمان دنیا کی ذلیل ترین قوم بن گیا ہے۔ جس روز
مسلمان نے اپنی روح سے واقفیت حاصل کرلی ، جس روز مسلمان اس بات کو
سمجھ گیا کہ میرا جسمانی وجود روح کے تابع ہے ، جسمانی وجود کے تابع روح
نہیں ہے اسی روز یہ ممتاز ہوجائے گا۔ ہمارے اسلاف میں اور ہم میں یہی فرق
ہے۔ ہمارے اسلاف اپنے باطن سے اپنے وجود سے اپنی روح سے واقف تھے۔ اور ہم
اپنے وجود سے واقف نہیں ہیں۔ تو اب بات مختصر یہ ہوئی کہ ہمارا اصلی
وجود جسم نہیں ہے۔ ہمارا اصلی وجود روح ہے۔ اس میں کوئی کسی کو شبہ
تو نہیں رہا؟ میں نے بہت، بہت یعنی لمبی چوڑی بات کو مختصر بیان کیا ہے۔
اس میں تو کوئی آپ کو اعتراض نہیں ہے کہ آپ کی اصل روح ہے۔ یا ہے کسی
کو تو بتائیں بھئی؟ ہاتھ اٹھائیں جس کو اعتراض ہو۔ کسی کو اعتراض نہیں ہے۔
تو روح تو اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ آپ اللہ کو کیوں نہیں دیکھ رہے؟ آپ اپنے آپ
سے واقف نہیں ہیں۔ آپ اپنے آپ کو جان ہی نہیں رہے۔ سمجھ ہی نہیں رہے ،
سوچ ہی نہیں رہے ۔ اب اعتراض یہ بھی ہوتا ہے کہ صاحب اللہ کو کون دیکھ
سکتا ہے۔ ارے بھئی اللہ کو کیوں نہیں دیکھ سکتا ، اللہ کو تو دیکھ چکے۔ اب وہ
پھر ایک اور ہمارے بڑے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کو تو موسیٰ علیہ السلام نہیں
دیکھ سکے ہم کیا دیکھ سکیں گے۔ بھئی موسیٰ علیہ السلام اللہ کو اگر نہیں
دیکھ سکے تو بے ہوش کیسے ہوگئے؟ بھئی آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ موسیٰ
علیہ السلام نے جب اللہ کو دیکھا تو ان کے اندر اتنی سکت نہیں تھی اس سکت
کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہوگئے۔ لیکن جب دیکھا نہیں تو بے ہوش
کیسے ہوگئے۔ اور ایک دفعہ بے ہوش ہونے کے بعد کوہ طور پر جاتے رہے۔ اور

کبھی بہ ہوش نہیں ہوئے۔ تو اب ہمارا جو اس وقت کا مسئلہ ہے ، ہماری جو
پریشانی ہے ، دنیا میں ہم جس بنیادپر ذلیل و خوار ہیں اس کی ایک بنیادی وجہ
یہ ہے کہ ہم نے اپنے اسلاف کے علوم سے غداری کی ہے۔ ہمارے اسلاف اس بات
کو جانتے تھے کہ اصل انسان روح ہے۔ دیکھئے حضور پاک ﷺ کے زمانے میں جب
غزوات ہوتے تھے جنگیں تو لوگ دعائیں مانگتے تھے شہادت کی۔ آگے بڑھتے تھے۔
ہم شہید ہوجائیں، ہم شہید ہوجائیں۔ اور اس وقت کے زمانے میں انسان سب
سے زیادہ ہی موت سے ڈرتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم اس جسمانی وجود کو
اصل سمجھتے ہیں۔ جو کہ اصل نہیں ہے۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ اگر انسان
اپنی اصل سے ، اپنی ذات سے ، اپنے آپ سے ، اپنی انا سے ، اپنی خودی سے، اپنے
نفس سے، اپنی روح سے واقف ہوجائے تو یہ ساری کائنات اس کی محکوم ہے۔
اور جب آپ خود ہی جسمانی وجود کے محکوم ہوگئے تو کائنات آپ کی کیسے
محکوم ہوگی۔ وسخر لکم ما فی السموت وما فی الارض جمیعا منکم ... کہ ہم
نے تمہارے لئے زمین، سماوات کو ، ساتوں آسمانوں کو اور اس کے اندر جو کچھ
ہے جمیعا منکم ... اور اس کے اندر جو کچھ ہے سب کا سب تمہارے لئے محکوم
کردیا۔ و سخر لکم الشمس و القمر و النجوم مسخرۃ بامر ... اللہ تعالیٰ نے کہا
ہم نے اپنے حکم سے سورج کو ، چاند کو تمہارے لئے مسخر کردیا۔ اب ہمارے
دانش ور کہتے ہیں کہ صاحب مسخر تو ہے، سورج روز تو دھوپ دیتا ہے۔ تو یہ
تسخیر ہی تو ہوئی۔ بھئی دھوپ تو کیچڑ پہ بھی پڑتی ہے۔ دھوپ تو بکریوں ،
بھیڑوں میں بھی پڑتی ہے۔ دھوپ تو کافروں میں بھی پڑتی ہے۔ مشرکوں میں
بھی پڑتی ہے۔ دہریوں میں بھی پڑتی ہے۔ تو پھر سورج ان کا بھی محکوم ہوا۔
محکومیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ طلوع سورج ہوگا اور غروب ہوگا اور آپ کو
دھوپ دیگا ۔ دھوپ تو وہ سب سانپ، بچھو، کن کھجورے، حشرات الارض، کیچڑ ،
گندگی، غلاظت، سب پہ دھوپ پڑ رہی ہے۔ سورج تو سب کو فیضیاب کررہا
ہے۔ اس کا مطلب ہے سورج محکوم ہوگیا۔ محکومیت سے مراد یہ ہے کہ اگر
آپ چاہیں کہ سورج نہ نکلے سورج کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ طلوع ہوجائے۔
اور یہ حضور پاک ﷺ نے کر کے دکھایا۔ بھئی سورج کا واپس آجانا، ظاہر ہے سورج
پہ حاکمیت ثابت ہوگئی۔ حضور قلندر بابا نے مجھے ایک بڑا عجیب و غریب واقعہ
سنایا کہ ایک نجومی حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا بہت بڑا نجومی تھا
اس وقت حضور جو ہیں کسی پہاڑی پہ تشریف فرماتھے۔ اس نجومی نے کہا کہ
صاحب اگر اس وقت آپ کے پیر کا پہاڑ پر نقش آجائے یعنی پہاڑ موم بن جائے تو
میں اسلام لے آؤں گا۔ حضور نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کے پیراٹھا کے پہاڑ
پر رکھ دیا۔ حضور پاک ﷺ نے جیسے ہی پہاڑ پہ پیر رکھا تو اس نجومی نے ادھر
آسمان میں دیکھا۔ اور پھر نیچے دیکھا۔ نیچے دیکھا تو پہاڑ پر حضور کے پیر کا
نقش تھا۔ پہاڑ موم ہوگیا۔ وہ مسلمان ہوگیا۔ لوگوں نے کہا کہ بھئی جب حضور
نے پیر رکھا تم نے اوپر کیا دیکھا؟ تو اس نے کہا کہ ایک مخصوص ستارہ ہے اس
ستارے کی یہ خصوصیت ہے کہ جب وہ کسی آدمی کے سر پہ سایہ فگن ہوتا ہے

تو اس آدمی کے اندر یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ اس کے پیر کے نیچے پہاڑ پتھر موم
بن جاتے ہیں۔ میں نے یہ دیکھا کہ یہ ستارہ اس وقت یہاں ایک لاکھ سال کے بعد
آنا تھا، اس پہاڑ پرے جیسے ہی حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کے پیر رکھا وہ ستارہ
تیزی سے آیا ، حضور پاک ﷺ کے سر پہ تھوری دیر ٹھہرا اور واپس چلا گیا۔ یہ
تسخیر ہے۔ یہ حاکمیت ہے۔ ہم انبیاء کی طرح تو نہیں ہوسکتے ، لیکن انبیاء کے
نقش قدم پر تو چل سکتے ہیں۔ ان کی طرز فکر تو حاصل کرسکتے ہیں۔ حضور
پاک ﷺ کا سارا کا سارا علم مسلمانوں کا ورثہ ہے۔ اگر ہم اس ورثہ سے فائدہ
نہیں اٹھائیں گے ، محروم ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن پاک میں فرمادیا ... ان
اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر وما بانفسھم ... قوموں کو یہ ہے کہ اگر وہ اپنی
تبدیلی چاہیں گی تو تبدیلی ہوجائے گی۔ نہیں چاہیں گی نہیں ہوگی۔ قوموں
میں بھی عروج اور ترقی اور تنزلی کا یہی قانون ہے۔ کہ جن قوموں کے اندر
فکر ہوتا ہے ، غور ہوتا ہے، ریسرچ ہوتی ہے، تفکر ہوتا ہے وہ قومیں عروج
حاصل کرتی ہیں ۔ جن قوموں کے اندر تفکر نہیں ہوتا وہ ذلیل و خوار ہوجاتی
ہیں جیسے مسلمان ذلیل و خوار ہورہے ہیں۔ تو آج کی مجلس کا ، یا محفل کا یا
تقریب کاخلاصہ یہ ہوا کہ ہم اس بات کو جان گئے ہیں کہ ہماری اصل روح ہے،
جسم نہیں ہے۔ جسم روح کے تابع ہے۔ جب تک جسم کے اندر روح رہے گی آدمی
سنے گا بھی، آدمی دیکھے گا بھی، دیکھئے گا آدمی مر جاتا ہے تو کچھ سنائی نہیں
دیتا اسے۔ آدمی کو چوٹ بھی محسوس ... ابھی آپ کے سوئی چبھائیں آپ کے پیر
کے انگوٹھے میں دماغ محسوس کرے گا یا نہیں کرے گا؟ کرے گا؟ اور ایک مرے
ہوئے آدمی کے ٹکڑے کردیں آپ، وہ محسوس کرے گا؟ کیوں؟ روح! تو اصل جسم
ہوا کہ روح ہوئی؟ اب جب آپ کی سمجھ میں یہ بات آگئی اب بحیثیت حضور
پاک ﷺ کی امتی کے آپ کے اوپر یہ فرض ہوگیا کہ آپ اپنی روح سے اپنے اصل سے
واقف ہونے کے لئے جدوجہد اور کوشش کریں۔ جب تک علم نہیں ہوتا آدمی قابل
معافی ہوتا ہے۔ اب آپ کو یہ علم ہوگیا اگر آپ نے اب اپنی روح کو تلاش نہیں
کیا ، اگر آپ نے اب اپنی اصل کو تلاش نہیں کیا تو پھر اللہ جانے آپ جانیں۔ اللہ
تعالیٰ اپنے بندے بھیجتے رہتے ہیں اور ان بندوں کی یہ ڈیوٹی ہے کہ انسانوں کو
اصل بات بتادی جائے۔ جب انسان کو یہ بتادیا جاتا ہے کہ یہ زہر ہے اس کے کھانے
سے آپ مرجائیں گے سنکھیا کے لئے بتادیا آپ کو سنکھیا کھا کے آدمی مرجائے گا آپ
پھر بھی سنکھیا کھائیں آپ مرجائیں گے ۔ اب آپ کا یہ فرض ہے کہ آپ اس مادی
جسم کو، فزیکل باڈی کو، روح کا لباس سمجھیں۔ اصل آپ کی روح ہے۔ اور جب
آپ اس فزیکل باڈی کو اصل نہیں سمجھیں گے ظاہر ہے آپ کے اندر تلاش پیدا
ہوجائے گی بھئی میری اصل پھر کیا ہے۔ ایک بیٹا ہے جسے پتہ ہی نہیں اس کا
باپ کون ہے۔ کیا وہ اطمینان اسے حاصل ہوسکتا ہے؟ یا معاشرے میں اس کی
کوئی عزت ہوسکتی ہے؟ بھئی جب باپ کے لاعلمی سے آپ کو سکون نہیں ملتا
تو آپ کی اپنی اصل روح کی لا علمی سے آپ کو کیسے سکون مل سکتا ہے۔ آپ
کیسے خوش ہوسکتے ہیں؟ آپ تو اصل سے فرار اختیار کر رہے ہیں، بھاگ رہے

ہیں۔ یہ تو یہ صورت ہے۔ اب یہ کہ اصل سے واقفیت کیسے حاصل کی جائے۔ یہ
تو بات طے ہوگئی کہ جسمانی وجود جو ہے یہ روح کے تابع ہے۔ جسمانی وجود
کی حرکت جبھی ہوگی جب آدمی کے اندر روح موجود رہے گی۔ تو اب روح سے
اس سے بھئی کیسے واقفیت حاصل کریں۔ اس سے رابطہ کیسے ہو؟ روح سے آپ
کا روزانہ رابطہ ہوتا ہے۔ روز، جب پیدا ہوتے ہیں جس وقت تک مرتے ہیں
روزانہ آپ کا رابطہ مادی جسم سے بھی ہوتا ہے اور آپ کا رابطہ روح سے بھی
ہوتا ہے۔ روح سے رابطے سے مراد یہ ہے کہ بغیر جسم کے ، بغیر فزیکل باڈی کے
آپ کھائیں بھی، پئیں بھی ، سوئیں بھی، چلیں بھی ،پھریں بھی ، سفر بھی کریں۔
یہ روح سے ہی واسطہ ہوگا نہ۔ آپ روزانہ خواب دیکھتے ہیں۔ روز آپ سوجاتے
ہیں۔ جب آپ سوجاتے ہیں تو آپ کی روح اس جسم کو جو روح کا لباس ہے اس
کو پھینک دیتی ہے۔ اور پھینک کے وہ سیر کو نکل جاتی ہے۔ آپ کبھی آسمانوں
میں اڑتے ہیں، کبھی کسی رشتے دار کے ہاں جاتے ہیں۔ کبھی بیت اللہ شریف
کی زیارت ہوتی ہے ، کبھی سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں
حضوری ہوجاتی ہے اللہ سب کو زیارت نصیب کرے۔ کبھی کچھ ہوتا ہے، کبھی
کچھ ہوتا ہے۔ اگر آپ ڈراؤنا خواب دیکھتے ہیں تو ڈر کے اٹھ جاتے ہیں۔ جس
طرح آپ بیدار ی میں ڈر جاتے ہیں۔ اگر آپ کوئی خوشی کا خواب دیکھتے ہیں تو
آپ جب اٹھتے ہیں تو مسرور ہوتے ہیں۔ تو اب دوسرا نقطہ یہ کھلا کہ ہر آدمی
روزانہ جسم کو چھوڑ کر روحانی زندگی گزارتا ہے جس کو سونا کہتے ہیں۔ یہ
سونے کا عمل جو آپ کے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ اس میں جسمانی حرکات و
سکنات ختم ہوجاتے ہیں۔ سوائے سانس آنے کے کچھ نہیں ہوتا۔ اب یہ دوسری
بات یہ پیدا ہوئی کہ جب آپ روزانہ ہی روحانی طور پر سفر کرتے ہیں پھر تو
روح سے واقفیت بہت ہی آسان ہوگئی۔ روح سے واقفیت توآپ کی ہے لیکن آپ
کو پتہ نہیں ہے۔ تو انسان اگر سونے کی حالت کو بیدار ی میں منتقل کردے یعنی
آنکھیں بند کرکے بیٹھ جائے ۔ سونے کی حالت میں آدمی دنیاوی خیالات سے آزاد
ہوجائے، دنیاوی خیالات سے آزاد ہوجائے ، اپنی روح سے واقف ہوجائے گا۔ یہ
جسمانی تقاضوں کو نظر انداز کرکے کچھ دیر کے لئے یکسو ہوکر اپنی اصل کو
ڈھونڈنا یہ تصوف اور روحانیت میں مراقبہ ہے۔ جو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے سات سال اور کچھ لوگ کہتے ہیں تین سال غار حرا میں مراقبہ کیا۔
مراقبہ کرنے سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
غار حرا کی سنت پر عمل ہوگا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ اپنی اصل سے
واقف ہوجائیں گے۔ تیسری بات یہ ہے کہ انسان کے جسمانی وجود کے اوپر
تکلیف ہے ، روح میں تکلیف نہیں ہوتی۔ جب آپ روح سے واقف ہوجائیں گے تو
جسمانی تکالیف سے آزاد ہوجائیں گے۔ آپ کو سکون مل جائے گا۔ جب آپ روح
سے واقف ہوجائیں گے روح چونکہ اللہ کو دیکھ چکی ہے ، اللہ کی آواز سن چکی
ہے ، اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرچکی ہے تو اقرار کرنے والا بندہ اللہ کا، اللہ کا
دوست ہے۔ آپ کی اللہ سے دوستی ہوجائے گی۔ الا ان اولیا اللہ لا خوف علیہم

و لہم یحزنون... کہ اللہ کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا۔ اب ایک اور
مسئلہ بڑا غور طلب ہے ما شاء اللہ یہاں سارے پڑھے لکھے لوگ ہیں اس لئے
مجھے زیادہ مجھے بھی خوشی ہورہی ہے بات کرنے کی ۔ اللہ کے دوستوں کو
خوف اور غم نہیں ہوتا۔ قرآن کی آیت ہے اس کو کوئی آدمی اوپر نیچے نہیں
کرسکتا۔ اس کا کوئی ترجمہ بھی ایسا نہیں ہے ... الا ان اولیا اللہ ... پس تحقیق
اللہ کے دوستوں کو ... لا خوف ... خوف نہیں ہوتا ... ولہم یحزنون ... اور نہ ان
کے اوپر غم آتا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ جنت میں اللہ کے دوست جائیں گے یا اللہ کے
دشمن جائیں گے ؟ جی؟ دوستوں کی کیا پہچان ہے؟ اگر ہمیں غم اور خوف ہو
... نہیں آج فیصلہ کرکے اٹھیں ، آج فیصلہ ... میں ، میں پتہ نہیں میں میرا کچھ
پتہ نہیں میں اب بے اعتبارا ہوگیا ہوں ، پتہ نہیں کتنے دن کی زندگی ہے ، بہت
میں اب میرا دل بھی نہیں لگتا اب دنیا میں آپ یہ فیصلہ کرکے اٹھیں آپ کہاں
کھڑے ہیں۔ جنت میں کون جائے گا؟ اگر ہمیں غم ہے اور خوف ہے ہر آدمی اپنے
گریبان میں منہ ڈال کے دیکھ سکتا ہے۔ تو دوست تو نہیں ہوا۔ آپ جنت میں
کیسے جائیں گے؟ خوف اور غم جب نکلے گا تب آپ جنت میں جائیں گے ۔ غم اور
خوف کہاں نہیں ہوتا؟ تو جب تک آپ اس مادی جسم کے پنجرے میں بند رہیں
گے خوف اور غم آپ کے اوپر مسلط رہے گا۔ اور جب آپ اس خوف اور غم کے
پنجرے میں رہتے ہوئے اپنی روح سے واقف ہوجائیںگے آپ اللہ کے دوست بن جائیں
گے آپ کے اوپر سے خوف اور غم نکل جائے گا ۔ جتنی بھی عبادات ہیں ، نماز
روزہ حج زکوٰۃ اس کی حکمت پر اگر آپ غور کریں اس میں کوئی جسمانی
حرکت نہیں ہے۔ اگر آپ نماز پڑھ رہے ہیں تمام جسمانی حرکات آپ نے پوری
کی ، رکوع کیا، سجدہ کیا، سب کچھ کیا اور اس میں اللہ سے آپ کا رابطہ نہیں
ہوا یا اپنی روح سے رابطہ نہیں ہوا آپ ایمانداری سے کہیں کہ کیا نماز ہوگئی؟
یہ بالکل الگ بات ہے اللہ تعالیٰ قبول کرلیں تو اللہ تعالیٰ مالک ہیں، قادر مطلق
ہیں جو چاہیں کریں لیکن کیا ہمارا ضمیر مطمئن ہے کہ ہم نے نماز پڑھی۔ تو
جب آپ کا ضمیر مطمئن نہیں ہے تو آپ اجر کس بات کا چاہتے ہیں۔ بھئی
ضمیر ہی مطمئن نہیں ہے آپ کا ، آپ کہتے ہیں کہ صاحب نماز میں تو خیالات
آتے ہی آتے ہیں۔ ہم کیا کریں؟ آپ کسی فرم میں اکاؤنٹنٹ ہیں۔ وہاں بھی آپ
کو اسی طرح کے خیالات آتے ہیجسں طرح نماز میں خیالات آتے ہیں۔ وہ کمپنی
کے ڈائریکٹران آپ کو کتنے دن ملازم رکھیں گے ؟ جی؟ ہیں جی؟ تو اگر آپ پیٹ
کے چکر میں تو یکسو ہوسکتے ہیں اور اللہ کی حاضری میں آپ یکسو نہیں
ہوتے۔ اس کا مطلب ہے اللہ کے سامنے حضوری کا آپ کو یقین نہیں ہے۔ جس
روز یقین ہوگیا اس روز اکاؤنٹنسی میں تو آپ کو خیال آسکتا ہے ، نماز میں خیال
نہیں آسکتا۔ اب آپ کہیں جی اللہ ہے کہاں؟ بھئی اکاؤنٹنٹ تو ہمیں نظر آرہا
ہے ، مالک بھی نظر آرہا ہے، ہمیں تنخواہ بھی ملتی ہے، پیسے بھی ملتے ہیں۔
ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ اگر ہم نے اس کا کام صحیح نہیں کیا ہمیں ملازمت سے
نکال دے گا ، اللہ تو نظر نہیں آتا۔ اب اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں اپنے بارے میں یہ

بھی سن لیجئے نحن اقرب الیہ من حبل الورید ... کہ میں تو تمہاری رگ جان
سے بھی زیادہ قریب ہوں، تم مجھے تلاش تو کرو۔ الا انہ بکل شیئٍ محیط ۔ اللہ
ایک دائرہ ہے اور تم اس میں بند ہو۔ اس دائرے سے تم باہر نہیں نکل سکتے۔
جہاں تم ایک ہو وہاں دو اللہ ہے۔ جہاں تم ایک ہو وہاں دوسرا اللہ ہے۔ جہاں
تم دو ہو وہاں تیسرا اللہ ہے۔ غور کیجئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں ... وفی انفسکم افلا تبصرون ... و فی انفسکم ... میں تمہارے نفسوں میں
ہوں ، میں تمہارے اندر بیٹھا ہوا ہوں ... افلا تبصرون ... تم مجھے دیکھتے کیوں
نہیں ہو؟ کیوں نہیں دیکھتے؟ اللہ تو دور نہیں ہے۔ ھوا الاول، ھوالآخر، ھوا
لظاہر، ھوا لباطن... اللہ ہی ابتداء ہے، اللہ ہی انتہا ہے، اللہ ہی ظاہر، اللہ
ہی باطن۔ اللہ کی سماعت سے سنتے ہو۔ ابھی میں نے آپ کو بتایا ہے اللہ نے
کہا ... الست بربکم ... تو جب تو آپ کے کان بنے۔ اس آواز کو جب آپ نے دیکھا
اور اللہ آپ کو نظر آیا جبھی تو آپ کی آنکھیں بنیں۔ جب آپ نے اللہ کو دیکھ کر
اس کی ربوبیت کا اقرار کیا تب آپ کا حلق بنا۔ آپ کیسے اللہ کو نہیں دیکھ
سکتے؟ کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ اللہ کہیں دور ہے؟ کہاں دور ہے؟ اللہ تعالیٰ
کہتے ہیں میں، مومن کا دل میرا گھر ہے۔ اور یہاں گھر میں ہر چیز مل جائے
گی سیاست بھی مل جائے گی، فلم انڈسٹری بھی مل جائے گی ، کاروبار بھی مل
جائے گا، جھوٹ، فریب، مکاری ہر چیز مل جائے گی، مگر نہیں ملے گا تو اللہ
نہیں ملے گا۔ میں نے اپنی اما جی سے ، انتقال ہوگیا اللہ انہیں مغفرت فرمائے
اور ... میں نے ایک سوال کیا ، آپا جی ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی یہ
بہت دن سے میں سوچ رہا ہوں ۔ انہوں نے کہا بھئی کیا بات ہے ؟ تو میں نے
کہا جی میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا میں نے یہی سنا
دنیا کیا کہے گی،میں نے کسی سے یہ نہیں سنا اللہ کیا کہے گا۔ دنیا کیا کہے گی؟
دنیا نے کبھی کسی کو اچھا نہیں کہا۔ دنیا کی فکر میں پڑا ہوا ہے آدمی کہ دنیا
کیا کہے گی۔ یہ نہیں ہم سوچتے کہ اللہ کیا کہے گا۔ اللہ کی نعمتیں تو کھاتے
رہتے ہیں ۔ پانی مفت، زمین مفت، ابھی زمین میں گھر بناتے ہیںاللہ میاں کو
کتنے پیسے دیتے ہیں؟ گیہوں مفت، چاندنی مفت،ہوا مفت ہے، آکسیجن مفت
ہے، ماں کا دودھ مفت ہے، باپ کی کمائی مفت ہے، آپ کے اندر جو مشینری چل
رہی ہے اس کو چلانے کے لئے آپ کیا محنت کرتے ہیں بتائیں؟ دل چل رہا ہے،
پھیپھڑے چل رہے ہیں، گردے چل رہے ہیں، دل خون پمپ کررہا ہے، پھیپھڑے خون
صاف کررہے ہیں، گردے شکر تول رہے ہیں، مثانے اپنا کام کررہا ہے، تلی اپنا کام
کررہی ہے ، پتّہ اپنا کام کررہا ہے ۔ ایک چیز خراب ہوجائے پھر دیکھیں آپ۔ اس
کے آپ اللہ کو پیسے دیتے ہیں؟ میں نے وہاں لندن میں حساب لگایا تو میں
فیکٹری میں چلا گیا تھا ۔ یہ ہمارا جو ہڈیوں کا اسٹرکچر ہے پنجرہ ، انہوں نے
ساری ہڈیاں بنالیدو کروڑ روپے کی آتی ہیں۔ ہر انسان روزانہ اللہ میاں کے دو
کروڑ روپے استعمال کررہا ہے۔ اور خوشامد سیٹھ کی کررہا ہے کہ سیٹھ روٹی
دے رہا ہے۔ سیٹھ ناراض ہوجائے گا تو تنزل ہوجائے گا نوکری چھوٹ جائے گی۔

سیٹھ کو کون دے رہا ہے؟ اب بات یہ طے کرنی ہے کہ یہاں سے اٹھنے کے بعد آپ
سب حضرات کی یہ ذمے داری ہے کہ آپ اپنی اصل کو اپنی روح کو تلاش کریں۔
نماز پڑھنے سے بھی روح کا سراغ ملتا ہے۔ روزے رکھنے سے بھی روح کا سراغ
ملتا ہے۔ حج کرنے سے بھی روح کا سراغ ملتا ہے۔لیکن اگر عمل ناقص ہو تو
عمل تو کہیں کا بھی ناقص ہے اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ جب آپ یہ سوچیں
گے کہ بھئی یہ جسمانی وجود تو یہ ایسے ہی ہے یہ آج مرگئے کل دوسرا دن ہے۔
آج کل تو موت بھی بڑی سستی ہوگئی پہلے تو یہ کہا جاتا تھا میں جب چھوٹا سا
تھا دلی میں تو جناب کلکتے میں کسی کا ہارٹ اٹیک ہوگیا تو پورے انگریزی، اردو
کے اخباروں نے لیڈ لگائی تھی کہ کلکتے میں ایک آدمی کا ہارٹ اٹیک ہوگیا۔ اتنی
بڑی خبر تھی۔ اب تو نہ بچے کا پتہ ، نہ جوان کا پتہ، نہ بوڑھے کا پتہ، اس کا
ہارٹ اٹیک ہوگیا، اس کا ہارٹ اٹیک ہوگیا، اس کے گردے خراب ہوگئے، اس کے
...۔ یہ سب بھی اسی لئے کہ ہم مادیت میں گرفتار ہوگئے ہیں۔ ہم دنیا کو تو
سب کچھ سمجھتے ہیں لیکن دنیا بنانے والے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ یہی ہماری
بدنصیبی ہے۔ آپ حضرات اپنے گھروں میں رات کو سونے سے پہلے درود شریف
پڑھ کے یا حیی یا قیوم پڑھ کے جتنا بھی پڑھیں سو دفعہ پڑھیں، گیارہ دفعہ
پڑھیں، آنکھیں بند کرکے بیٹھیں۔ اور اپنے آپ کو اپنی روح کو، اپنی اصل کو، اپنے
نفس کو تلاش کریں۔ اب یہی خیال کریں آنکھیں بند کرکے بیٹھ جائیں اور یہ
سوچیں کہ میرا دل ہے اور اللہ نے کہا کہ میں دل میں رہتا ہوں۔ کہاں ہے اللہ
مجھے نظر نہیں آنا چاہئیے۔ کب تک نظر نہیں آئے گا اللہ تو ہے اندر۔ اس میں
آپ کا کوئی ایسا خرچہ بھی نہیں ہے۔ کوئی اتنی محنت بھی نہیں ہے۔ بھئی
سونے سے پہلے پندرہ منٹ یہ طے کرلیں کہ آندھی ہو، برسات ہو، بارش ہو، نہ
ہو ، گرمی ہو، سونے سے پہلے پندرہ منٹ اللہ کے حضور حاضری ضرور دینی
ہے۔ اور وہ حضور حاضری اس طرح ہوگی کہ یہ میرا دل ہے اس میں اللہ ہے۔
میں آنکھیں بند کرکے بیٹھا ہوں یا اللہ تو مجھے نظر آجا تو میرے دل میں ہی تو
ہے۔ یا اللہ ! تو مجھے نظر آجا ، یا اللہ ! تو مجھے نظر آجا۔ یعنی اللہ کو دیکھنے
کی کوشش کرنا۔ یہی مراقبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم یہ
بہت چھوٹا سا جس اللہ نے آپ کو دو کروڑ روپے کی مفت مشین دی ہوئی ہے
جس اللہ نے اس مشینری کو چلانے کے لئے ایندھن مفت فراہم کیا ہے ، توانائی
آپ کو دی ہے ، چاند سورج ستارے اللہ نے آپ کے لئے بنائے ہیں کیا آپ اس اللہ
کے لئے چوبیس گھنٹے میں پندرہ منٹ بھی نہیں نکال سکتے؟ اس سے بڑی
ناشکری، اس سے بڑا کفران نعمت ، اس سے بڑی جہالت اور اس سے بڑا ظلم
کوئی نہیں ہے۔ کتنے لوگ یہاں موجود ہیں ، میری بہنیں، میری بیٹیاں ، میرے
دوست ، میرا باپ ، میرے بزرگ، چھوٹے بڑے سب یہاں سے یہ طے کرکے اٹھیں کہ
ہمیں سارے کام جیسے نماز بھی پڑھیں، روزے بھی رکھیں جو بھی اللہ توفیق دے
رہا ہے وہ سب کرتے رہیں سونے سے پہلے پندرہ منٹ اللہ کے حضور حاضری
دینی ہے۔ اور پندرہ منٹ صرف یہ سوچنا ہے کہ اللہ ہمارے دل میں ہے۔ اللہ

ہمارے دل میں ہے۔ اور اس کے بعد سوجائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اور مجھے اپنے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلائے۔ اور ہمیں جسمانی وجود اور روحانی وجود کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ حضرات دور دراز سے تشریف لائے ویسے تو میں زیادہ دور دراز سے آیا ہوں کراچی سے آپ تو حیدرآباد سے ہی آئے ہیں۔ آپ میرا شکریہ ادا کریں میں آپ کو شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خدا حافظ!

★★★★★

.